Allama Iqbal Open University AIOU BS Islamic Studies Solved Assignment No 1 Autumn 2025
Code 2953 Principles of Islamic Jurisprudence

سوال نمبر 1

مغلیہ عہدِ عروج میں علمِ اصولِ فقہ کی تدوین کے بارے تفصیلی نوٹ

مغلیہ سلطنت کا دور برصغیر کی اسلامی علمی تاریخ میں ایک ممتاز اور سنہرا دور سمجھا جاتا ہے، خصوصاً علومِ اسلامیہ کی تدوین و ترویج، فقہی اور اصولی مباحث کے فروغ اور قانونی و عدالتی نظام کی تشکیل کے حوالے سے۔ اس زمانے میں علمِ اصولِ فقہ کی اہمیت نہ صرف علمی اور تدریسی سطح پر برقرار رہی بلکہ ریاستی قوانین، عدالتی فیصلوں اور فتاویٰ کے بنیادی سرچشمے کے طور پر اس کا کردار انتہائی مضبوط تھا۔ مغلیہ دور کو علمِ اصولِ فقہ کے فروغ کا ایک نمایاں مرحلہ اس لیے بھی قرار دیا جاتا ہے کہ یہ

وہ دور ہے جب اسلامی فقہ اور اصول فقہ کی باقاعدہ تدریسی روایت مستحکم ہوئی، فقہی مباحث کی جدید صورتیں سامنے آئیں، مشہور شروحات لکھی گئیں اور عملی قانون سازی میں اصولِ فقہ کے قواعد کا بھرپور استعمال ہوا۔ ذیل میں مغلیہ عہدِ عروج میں علم اصول فقہ کی تدوین، علمی پس منظر، تصنیفی سرگرمیوں، تدریسی نظام اور عملی اطلاق کا جامع و تفصیلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

آغاز: مغلیہ سلطنت اور اسلامی علمی روایت

مغل بادشاہوں کی عمومی خصوصیت یہ تھی کہ وہ علوم و فنون کے سرپرست تھے۔ ان میں اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کے ادوار نمایاں ہیں۔ اگرچہ اکبر کے دور میں بعض مذہبی پالیسیوں میں اختلافات موجود تھے، مگر مجموعی طور پر علمی سرگرمیاں جاری رہیں، اور بعد کے ادوار میں خصوصاً شاہجہان اور اورنگ زیب کے زمانے میں اسلامی علوم کو بطور ریاستی پالیسی مضبوط سہارا ملا۔ مدارس، مساجد اور خانقاہیں فعال مراکز تھے جہاں حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ کی تدریس ہوتی رہی۔

فقہ حنفی کی بالادستی اور اصول فقہ کا فروغ

مغلیہ سلطنت میں فقہ حنفی سرکاری قانون کی حیثیت رکھتی تھی۔ چونکہ فقہ حنفی کے فتاویٰ اور قانونی استنباط کی بنیاد اصولِ فقہ کے منظم قواعد پر ہے، اس لیے اصول فقہ کی تدوین و تدریس کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ عدالتی فیصلے، فتاویٰ اور انتظامی امور میں فقہی اصول جیسے قیاس، استحسان، عرف، مصالح، اجماع اور قاعدہ فقہیہ کو بطور قانون استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کی تدریسی روایت انتہائی مضبوط رہی۔

مدارس میں اصول فقہ کی تدریس اور نصاب

مغلیہ دور میں وہ نصاب وجود میں آنے لگا جس نے بعد میں "درسِ نظامی" کی شکل اختیار کی۔ اس نصاب میں اصول فقہ کی کئی اہم اور بنیادی کتابیں شامل تھیں، جیسے:

- اصول الشاشی

- نور الانوار
- مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت
- توضیح و تلویح (صدر الشریعہ)
- حسامی

یہ کتابیں نہ صرف تدریسی اہمیت رکھتی تھیں بلکہ ان پر شروحات و حواشی بھی لکھے جاتے تھے، جس سے اصول فقہ کی علمی روایت اور زیادہ مضبوط ہوتی گئی۔

اصول فقہ کے ممتاز علما اور ان کی خدمات

مغلیہ عہد میں کئی بڑے اصولیین سامنے آئے جنہوں نے اصول فقہ کی تدوین، تشریح اور تدریس میں بنیادی کردار ادا کیا۔

1. صدر الشریعہ محمود بن صدر الدین

صدر الشریعہ کی کتابیں توضیح اور تلویح اصول فقہ کی سب سے اعلیٰ شرحوں میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ کتابیں برصغیر میں اصول فقہ کا معیار تھیں۔ ان میں فقہ حنفی کے اصولوں کی نہایت گہری وضاحت موجود ہے۔

2. ملا جیون

ملا جیون کی کتاب نور الانوار ہندوستان میں اصول فقہ کے نصاب کا لازمی حصہ رہی۔ یہ کتاب علمِ اصول فقہ کی منطقی، فلسفیانہ اور علمی بنیادوں کو مضبوط کرتی ہے۔

3. شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

اگرچہ ان کا دور مغلیہ سلطنت کے زوال کا زمانہ تھا، مگر علمی طور پر وہ اسی روایت کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اصول فقہ، فقہی اجتہاد اور استنباط پر گہری بحث کی اور مسلمانوں میں اصول فقہ کی نئی روح پیدا کی۔

فقہی تدوین: فتاویٰ عالمگیری

مغلیہ عہد میں سب سے عظیم فقہی اور اصولی کارنامہ **فتاویٰ عالمگیری** (فتاویٰ ہندیہ) ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی اہمیت:

- یہ اورنگ زیب عالمگیر کے حکم پر مرتب ہوا
- پانچ سو سے زائد علما کی مشترکہ محنت
- فقہ حنفی کے اصول و قواعد پر مبنی
- عدالتی اور ریاستی قانون کا بنیادی ماخذ
- اصول فقہ کی عملی مثال

یہ کتاب اصول فقہ کی بنیادوں پر استوار فقہی فیصلوں اور قانونی احکام کا عظیم ذخیرہ ہے۔ قیاس، استحسان، اجماع، عرف، قاعدہ فقہیہ اور دیگر اصولی مباحث اس علمی کارنامے میں بھرپور انداز میں موجود ہیں۔

اجتہاد، استنباط اور اصولی مباحث کی وسعت

اگرچہ اس دور میں تقلید کا رجحان زیادہ تھا، مگر اصول فقہ کی روشنی میں اجتہادی کام بھی جاری رہا۔ مسائلِ جدیدہ کی روشنی میں اصولی بنیادوں پر فتاویٰ مرتب کیے جاتے تھے۔ اصول فقہ کے اہم مباحث، جیسے:

- قیاس
- استحسان
- مصالح مرسلہ

- عرف

- سدِّ ذرائع

- شرعی قواعد

عملی زندگی اور قانونی فیصلوں میں بطور معیار استعمال ہوتے تھے۔

عدالتی نظام میں اصول فقہ کا عملی نفاذ

مغلیہ قضا (عدالت) تین بنیادوں پر چلتی تھی:

1. قرآن و سنت

2. فقہ حنفی

3. اصول فقہ کے قواعد

ہر قاضی کے لیے اصول فقہ کا جاننا ضروری تھا، تاکہ وہ قانونی فیصلوں میں درست استنباط کر سکے۔ عدالتوں میں مختلف اصولی قواعد جیسے "الضرورات تبیح المحظورات"، "المشقة تجلب التیسیر"، "الیقین لا یزال بالشک"، "العادة محکمة" اور "الخاص مقدم علی العام" استعمال کیے جاتے تھے۔

اصول فقہ کی تصنیفی سرگرمیاں

مغلیہ دور میں اصول فقہ کے سلسلے میں:

- نئی کتابیں لکھی گئیں
- پرانی کتابوں کی شروحات
- حواشی اور تعلیقات

- فقہی رسائل
- قانون سازی کی دستاویزات تیار ہوئیں

یہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ اس دور میں اصول فقہ کی سائنسی اور تحقیقی تدوین جاری تھی۔

مدارس میں اصول فقہ کی باضابطہ تدریس

اصول فقہ مدارس کا لازمی حصہ تھا۔ ہر عالم، مفتی، قاضی اور مدرس کے لیے اصول فقہ کا علم ضروری تھا۔ نصاب میں ترتیب یہ تھی:

- ابتدائی درجوں میں اصول الشاشی
- متوسط درجوں میں نور الانوار

- اعلیٰ سطح پر مسلم الثبوت اور توضیح و تلویح

اس طرح علم اصول فقہ مضبوط علمی بنیاد پر پروان چڑھتا رہا۔

مغلیہ عہد کے اصولی کارناموں کی خصوصیات

مغلیہ دور میں اصول فقہ کی تدوین کی نمایاں خصوصیات یہ تھیں:

- حکومتی سرپرستی

- مدارس کی مضبوطی

- عدالتی ضرورت

- فقہی و اصولی مباحث کی وسعت

- فتاویٰ عالمگیری جیسی تصنیف

- مجتہدانہ فکر کی حوصلہ افزائی

نتیجہ

خلاصہ یہ کہ مغلیہ عہد عروج علم اصول فقہ کے فروغ کا انتہائی اہم دور تھا۔ اس دور میں نہ صرف اصول فقہ کو نصاب کا لازمی جزو بنایا گیا بلکہ فتاویٰ، عدالتی فیصلوں، ریاستی قوانین اور علمی مباحث میں اس کے اصولوں کو بنیادی حیثیت دی گئی۔ صدر الشریعہ، ملا جیون اور شاہ ولی اللہ جیسے عظیم علما نے اصول فقہ کی علمی روایت کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔ فتاویٰ عالمگیری اس دور کی فقہی اور اصولی کاوشوں کا سب سے بڑا شاہکار ہے، جو اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ مغلیہ سلطنت میں علم اصول فقہ پوری شان کے ساتھ موجود تھا اور عملی زندگی میں نافذ بھی تھا۔

سوال نمبر 2

علمِ اصولِ فقہ کے آغاز و ارتقا پر تفصیلی نوٹ

ابتدائیہ: علمِ اصولِ فقہ کی حیثیت اور ضرورت

علمِ اصولِ فقہ اسلامی شریعت کی تعبیر و تشریح کا بنیادی منبع ہے۔ یہ علم فقہی احکام کے استخراج کے قواعد، دلائلِ شریعت کے استعمال کے طریقے، نصوص کی دلالات، اجتہاد کے اصول، قیاس کے ضوابط، اور شرعی احکام کے مصادر کی درجہ بندی سکھاتا ہے۔ فقہ عملی احکام کا نام ہے اور اصولِ فقہ ان احکام کے استنباط کا علمی طریقہ۔ اسی لیے اسے فقہ کی روح، منہج اور بنیاد کہا جاتا ہے۔ اس علم کا آغاز پہلی صدی ہجری میں غیر مدوّن شکل میں ہوا اور پھر صدیوں کے سفر میں یہ ایک مکمل، مضبوط اور منظم علمی شعبہ بن کر سامنے آیا۔

---

1. عہدِ نبویؐ میں علمِ اصولِ فقہ کا آغاز (غیر مدون دور)

اگرچہ "اصولِ فقہ" بطور باقاعدہ علمی اصطلاح اور مدون علم بعد میں سامنے آیا، مگر اس کے بنیادی اصول خود رسول اللہ ﷺ کے فرامین، اجتہادی فیصلوں اور صحابہ کے طرزِ استدلال میں واضح طور پر موجود تھے۔

اہم خصوصیات:

- قرآن کو اصل مصدرِ تشریع قرار دینا
- سنت کی تشریعی حیثیت کا تعین
- اجتہاد اور قیاس کی اجازت
- نص کے ظاہر و باطن میں فرق
- علت کے ذریعے احکام کا استخراج

- مفہومِ موافقت و مخالفہ کی عملی مثالیں

مثالیں:

- حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے وقت رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ کس طرح فیصلہ کرو گے؟ معاذؓ نے جواب دیا: قرآن، پھر سنت، پھر رائے و اجتہاد۔

- صلح حدیبیہ میں شرائط کے فہم اور ان سے استنباط

- صدقہ الفطر کے نصاب اور مقدار سے متعلق اجتہادی فیصلے۔

یہ تمام اصول بعد میں علمِ اصولِ فقہ کا حصہ بنے۔

---

2. عہدِ صحابہؓ اور تابعین میں اصولِ فقہ کی بنیادوں کا پھیلاؤ

رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ نے مختلف مسائل میں نصوص کو سمجھنے کے اصول مرتب کیے۔

اہم پہلو:

- قیاس کا وسیع استعمال
- مصالحِ مرسلہ کے مطابق فیصلے (مثلاً جمعِ قرآن)
- عرف اور ضرورت کے مطابق اجتہاد
- دلالاتِ الفاظ کا استعمال
- اجماعِ صحابہ کے ذریعے اصولی بنیادوں کا ٹھوس ہونا

اس دور کے نمایاں کارنامے:

- حضرت عمرؓ کے اجتہادات: تعطیلِ حدِ سرقہ قحط کے زمانے میں، دیوان کا قیام، بیت المال کا تنظیمی ڈھانچہ۔

- حضرت علیؓ کے دلالاتِ نصوص میں دقیق فہم کی مثالیں۔

- تابعین میں فقہی مکاتب کا ظہور: مکتبِ حجاز (حدیث پر زور) اور مکتبِ عراق (اجتہاد پر زور)۔

یہ دونوں مکاتب بعد میں اصولِ فقہ کے ارتقا میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

---

3. امام ابو حنیفہ کے دور میں اصولی فکر کی تشکیل (فقہِ رائے کی بنیاد)

امام ابو حنیفہؒ (ولادت 80ھ) نے اصولی استدلال کو باقاعدہ فکری صورت دی۔ اگرچہ انہوں نے کوئی مستقل اصولی کتاب نہیں لکھی، مگر ان کے شاگردوں نے ان کے اصولوں کو جمع کیا۔

حنیفی اصولوں کی خصوصیات:

- قرآن و سنت کے بعد قیاس پر بھرپور اعتماد

- استحسان کا اصول (مشقت کو دور کرنے کے لیے بہتر دلیل اختیار کرنا)

- عرفِ عام کو دلیل کے طور پر استعمال

- مصالح مرسلہ کی پابندی

- تعاملِ فقہاء کی حجیت

- نص کے عموم و خصوص کی دقیق تفصیل

امام ابو یوسف اور امام محمد کی کاوشیں:

ان ائمہ نے اصولی قواعد کو ضبط کیا، مناظرات لکھے، اور اختلافات کے دلائل پر روشنی ڈالی۔ ان کے مباحث بعد کی اصولی کتب کا بنیادی سرمایہ بنے۔

---

4. امام مالک اور مکتبِ مدینہ کی اصولی خدمات

امام مالکؒ نے "الموطا" میں حدیث و فقہ کو یکجا کیا اور مدینہ کے عمل کو حجت قرار دیا۔

اصولی خصوصیات:

- عملِ اہلِ مدینہ کی حجیت

- مصالحِ مرسلہ پر مبنی اجتہاد

- سدِّ ذرائع کا قاعدہ (نقصان کے راستوں کو بند کرنا)

- قاعدۂ استصحاب کا استعمال

- عرف کی اہمیت

یہ اصول بعد میں مالکی اصولِ فقہ کی بنیاد بنے۔

---

5. امام شافعی کے ذریعے علمِ اصول فقہ کی تدوین (تاریخی سنگِ میل)

امام شافعیؒ نے پہلی مرتبہ اصولِ فقہ کو باقاعدہ کتابی شکل دی۔ ان کی شہرہ آفاق کتاب **"الرسالہ"** کو اصولِ فقہ کی تاسیسی کتاب کہا جاتا ہے۔

الرسالہ کی خصوصیات:

- قرآن اور سنت کے تعلق کی وضاحت

- خبرِ واحد کی حجیت

- اجماع کی تعریف
- قیاس کا اصول
- دلالاتِ الفاظ کا منظم بیان
- نسخ کے قواعد
- فقہی اختلاف کے اسباب

امام شافعی نے اصولِ فقہ کو علمی، منطقی اور منظم بنیاد فراہم کی۔

---

6. چوتھی اور پانچویں صدی میں اصول فقہ کی وسعت اور تنظیم

اس دور میں اصولِ فقہ دو بڑے اسالیب میں تقسیم ہوا:

1) فقہی (مذہبی) اسلوب

جس میں فقہی مکاتب کے اصول ان کے فروع کے مطابق مرتب کیے گئے۔

- حنفی: "اصول الشاشی"، "اصول البزدوی"، "اصول السرخسی"

- مالکی: "البرہان"، "الفروق"

- حنبلی: "روضۃ الناظر"، "المستصفی"

2) متکلمین کا اسلوب

یہ اسلوب منطق اور فلسفے پر مبنی تھا اور فروع کو بنیاد نہیں بنایا جاتا تھا۔

- "البرہان" (جوینی)

- "المستصفی" (غزالی)

- "المعتمد" (ابو الحسن)

- "المحصول" (رازی)

یہ دور اصولِ فقہ کی پختگی کا سنہری دور کہلاتا ہے۔

---

7. ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اجتہادی اصول

انہوں نے نصوص کے مقاصد، مصالح اور سماجی حالات کے مطابق اصولِ فقہ میں نئی جہتیں پیدا کیں۔

نمایاں اصول:

- مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر اجتہاد

- عرف اور مصلحت کا وسیع استعمال

- سد ذرائع کا قاعدہ
- تقلید کی بجائے اجتہاد پر زور

یہ اصول بعد میں جدید اصولی مباحث میں اہم مقام رکھتے ہیں۔

---

8. برصغیر پاک و ہند میں اصولِ فقہ کا ارتقا

برصغیر میں خصوصاً حنفی اصول فقہ کا غلبہ رہا۔

اہم نمایاں کارنامے:

- فتاویٰ عالمگیری کی تدوین
- شاہ ولی اللہؒ کی اصولی خدمات (حجۃ اللہ البالغہ، الانصاف)

- دیوبند، ندوہ، فرنگی محل کے علمی مراکز میں اصول فقہ کی تدریس

- اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد اور دیگر جامعات میں جدید اصولی تحقیق

یہ خطہ اصولِ فقہ کی ترویج کا اہم مرکز رہا ہے۔

---

9. جدید دور میں اصول فقہ کی نئی جہتیں

موجودہ صدی میں اصولِ فقہ کے میدان میں درج ذیل نئے مباحث سامنے آئے:

- مقاصدِ شریعت کی ازسرنو تشکیل (امام شاطبی کی فکر سے تحریک)

- جدید مالیاتی اصول، بینکنگ اور فقہ المعاملات

- فقہ الاقلیات

- انسانی حقوق اور شریعت
- جدتِ نصوص اور جدید معاشرتی مسائل

اصولِ فقہ کی جدید تدوین میں یوسف القرضاوی، وہبہ زحیلی، طاہر ابن عاشور، ریسونی اور بن بیہ نے اہم کردار ادا کیا۔

---

10. علمِ اصول فقہ کے ارتقا کا خلاصہ

- آغاز: رسول اللہ ﷺ کے فیصلے
- ارتقا: صحابہ کے اجتہادات
- تشکیل: ائمہ مجتہدین کی فقہی بنیادیں

- تدوین: امام شافعی کی الرسالہ

- وسعت: چوتھی سے ساتویں صدی میں اصولی کتب

- تجدید: جدید دور کے فقہاء کی کاوشیں

اس طرح اصولِ فقہ جزئیات سے کلیات، غیر مدون سے مدون، اور محدود سے ایک عالمی علمی نظام میں بدل گیا۔

نتیجہ

علمِ اصولِ فقہ اسلام کی فقہی عمارت کی بنیاد ہے۔ اس کا آغاز بنیادی شرعی دلائل کے استعمال کے اصولوں سے ہوا، پھر ائمہ مجتہدین کے فکری کام نے اسے وسعت دی، امام شافعی نے اسے منظم علم بنا دیا، اور بعد کی صدیوں نے

اسے نہایت مضبوط اور وسیع علمی ڈھانچے میں بدل دیا۔ آج بھی اصولِ فقہ جدید مسائل کے حل اور شریعت کی تعبیر کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

سوال نمبر 3۔ سنت کی اقسام اور احکام — تفصیلی نوٹ

سنت *(Sunnah)* اسلامی شریعت کا ایک بنیادی ماخذ ہے۔ قرآن کے بعد پیغمبرِ اسلام ﷺ کی اقوال، افعال اور تائیدات وہ ثانوی ماخذ ہیں جن کی روشنی میں شرعی احکام کی تفسیر، تفصیل اور عملی تشریع ہوتی ہے۔ سنت محض تاریخی

روایت نہیں بلکہ شریعت کا عملی چہرہ، تشریع کا ثبوت اور امت کے لیے نمونہ ہے۔ اس تفصیلی نوٹ میں سنت کی تعریف، انواع، فقہی حیثیت، ادلّہ میں مقام، اقساط اور شرعی احکام با تفصیل بیان کیے جائیں گے۔

1. سنت کی تعریف اور روابط

سنت لغتاً آئین و طریقہ اور رواج کو کہتے ہیں۔ شرعاً سنت سے مراد وہ اقوال (قول)، افعال (عمل) اور تقریرات/تاکیدات (تقرِیر) ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہوں اور شرعی دلیل کے طور پر قبول کیے جائیں۔ علماءِ اصولِ فقہ نے سنت کو بطورِ مصدَر *(source)* تسلیم کیا اور اس کے استناد، اسناد اور طبقات پر مفصل بحث کی۔ سنت کے ذریعہ احکام شریعت کی تشریح اور قرآنی نصوص کی تفہیم ممکن بنتی ہے۔

2. سنت کی بنیادی اقسام (اصلی تقسیمات)

سنت کو مختلف بنیادوں پر منقسم کیا جاتا ہے؛ ذیل میں اہم اور عملی طور پر مستعمل تقسیمیں پیش کی جاتی ہیں:

2.1. قولی، فعلی اور تقرّیری سنت

یہ تقسیم سب سے بنیادی اور عملاً انتہائی اہم ہے۔

- **سنتِ قَولیہ (Sunnah Qawliyah / Qur'anic Equiv. — Sayings):** وہ اقوالِ نبی ﷺ جو الفاظ کی صورت میں ریکارڈ ہوئے، مثلاً "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ..." جیسی روایات۔

- **سنتِ فعلیہ (Sunnah Fi'liyah / Actions):** وہ اعمال و افعال جو نبی ﷺ نے انجام دیے، جیسے نماز کے رکعات، زکوٰۃ کے طرز یا حج کے ارکان۔ یہ افعال فقہاء کے لیے مسائلِ فتویٰ میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔

- **سنتِ تقریریہ (Sunnah Taqririyah / Tacit Approvals):** وہ چیزیں جنہیں نبی ﷺ نے نہ خود کیا نہ منع کیا، مگر ان کی موجودگی میں خاموشی سے قبول کیا یا کسی صورت میں منظوری ظاہر فرمائی؛ مثلاً کسی شخص کا کوئی معمولی عمل نبی ﷺ کے حضور انجام پائے

تو آپ ﷺ کے خاموش رہنے کو بعض اوقات تقرّیر کا درجہ دیا جاتا ہے (شرائط و حدود کے ساتھ)۔

2.2۔ موافقِ شرع اور مبیّنہ (سنتِ تشریحیہ)

سنت بعض اوقات قرآن کے مفاہیم کو واضح کرتی اور تفصیل دیتی ہے، جسے علماءِ اصولِ فقہ "سنتِ تفسیر" یا "سنتِ بیان" بھی کہتے ہیں۔ مثال: نماز کی تفصیلات (قرآن میں عموماً نماز کا حکم ہے مگر رکعات، قیام، قعد، رکوع، سجدہ وغیرہ کی تفصیل سنت سے معلوم ہوئی)۔

2.3۔ سنتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ

یہ فقہی لحاظ سے اہم تقسیم ہے:

- **سنتِ مؤکدہ *(Sunnah Mu'akkadah / Emphasized Sunnah):***

وہ عمل جو نبی ﷺ اکثر انجام دیا کرتے تھے اور ترک کو ناپسند فرمایا گیا؛ مثلاً نمازِ وتر، بعض مستحبی نمازیں (رواتبِ نماز)، روزہِ شکرانہ

وغیرہ۔ اسے شرعی لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ دیا جاتا ہے۔

- **سنتِ غیر مؤکدہ (/ Sunnah Ghair Mu'akkadah (Non-Emphasized Sunnah):** وہ اعمال جو نبی ﷺ نے کبھی کبھار کیے، اور ترک کرنا بھی گناہ نہیں بلکہ کم تر معاملہ سمجھا جاتا ہے؛ مثلاً بعض نفل یا مخصوص روایات جو کم کثرت سے منقول ہیں۔

نوٹ: اصطلاحات کے استعمال میں فرقِ مدارس موجود ہے — بعض مکاتب میں "سنت مؤکدہ" اور "سنت غیر مؤکدہ" کا معنی اور شرعی تاثر مختلف انداز سے لیا جاتا ہے؛ تاہم عمومی مفہوم یکساں ہے: ایک قسم بارہا کی تاکید والی، دوسری کم تاکید والی۔

2.4۔ سُنَنِ واعظہ (سننِ نَفْل) اور واجِب/فرض سے نسبت

سنت بعض اوقات ناولِ عبادی کے طور پر ہوتی ہے (نفل)، اور بعض اوقات وہ حکم میں تشبیہ یا جزوی حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً نمازِ جمعہ اور عیدین کے ارکان

کا تعلق سنت اور فرض کے مابین اصولی بحث کا حصہ ہے۔ فقہاء نے اس کے آثار و احکام مفصل طور پر بیان کیے ہیں۔

3. سنت اور دیگر شرعی ادلّہ میں مقام

سنت قرآن کے بعد سب سے مضبوط اور معروف ماخذ ہے۔ نصوصِ قرآن اگر صریح ہوں تو سنت انہیں بدل نہیں سکتی بلکہ ان کی تفسیر و توضیح کرتی ہے۔ اصولی لحاظ سے سنت کے درج ذیل مقامات ہیں:

1. **تشریع کے لیے نصِ شرعی:** جہاں قرآن خامہ بندی کرتا ہے، سنت اس کی تفصیلی شق بندی کرتی ہے۔

2. **قرآنی اطلاق و تفسیر:** قرآن کے عموم یا اطلاق کی حدود سنت سے واضح ہوتی ہیں (مثلاً نماز کے بارے میں قرآنی حکم + سنت کی تفصیل)۔

3. **اخباری/مبنی دلیل:** بعض فقہی مسائل میں سنت بطورِ دلیل مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

4. **اجتہادی مآخذ:** جہاں نصّ سیدھا حکم نہ دے، سنتِ تقرّیری یا فعلیہ کو مآخذ قرار دے کر حکم استنباط کیا جاتا ہے۔

4. سنت کے قبول یا ترک کے شرعی احکام (فقہی حیثیت و نتائج)

سنت کے بارے میں فقہی احکام کو درج ذیل نکات میں مرتب کیا جا سکتا ہے:

4.1. انجام دینے کی ثوابیت اور ترک کی مآثرات

عمومی طور پر سنتِ نبی ﷺ کو انجام دینا مستحب (محبّب) اور اس میں ثوابِ الٰہی ہوتا ہے، جبکہ ترک عام طور پر معصیت شمار نہیں مگر مآخذ اور قسم کے اعتبار سے اس کی کیفیت مختلف ہوتی ہے:

- **سنتِ مؤکدہ:** انجام دینے پر ثواب و ترک کرنے پر مذمت یا ناپسندیدگی ملتی ہے؛ بعض روایات میں ترک کرنے کو ملامت کی بات قرار دیا گیا۔ فقہاء کا عمومی موقف: ترکِ سُنَنِ موکدہ گناہِ کبیرہ تک نہیں مگر ترک کی حالت بری سمجھی جاتی ہے اور بعض علماء نے ترکِ باقاعدگی کو مذمّت کا مقام دیا ہے۔

- **سنتِ غیر مؤکدہ:** انجام دینے پر ثواب مگر ترک کرنے میں کوئی برائی نہیں۔

بعض فقہاء (بالخصوص فقہ حنفی کے بعض روایتی مکاتب) نے بعض باتوں میں اختلاف کیا جیسے کون سی ممارست واجب کے نزدیک آتی ہے (مثلاً ہنّہ ہنّہ وِتر کا حکم بعض حنفی اسے واجب قرار دیتے ہیں) — اسی وجہ سے یہاں عمومی رہنمائی کافی ہے اور مخصوص معاملات میں مکتبی موقف دیکھا جائے۔

4.2. حکم الشرعی کے لحاظ سے سنت اور فرض/واجب/مستحب کا فرق

سنت عام طور پر **مستحب** قرار پاتی ہے، جبکہ فرض/واجب وہ اعمال ہیں جن کا ترک گناہ ہے اور ثبوت کے طور پر قرآنی نصوص یا متواتر اقوال و اعمال کی بالواسطہ دلیل ہوتی ہے۔ فرق کی صورت: فرض > واجب > فرض کفائی > سنت مؤکدہ > سنت غیر مؤکدہ > نفل > مباح۔

4.3. سنت کی ترک پر قانونی یا سماجی نتائج

روایات کے مطابق سنت کی باقاعدہ ترک نے نبی ﷺ کی تنبیہاتی بیانات کا سامنا کیا، اور امت کو سُنن پر عمل کی ترغیب دی گئی۔ فقہاء کا مشورہ: جو عمل نبی ﷺ بارہا فرماتے، اسے ترک نہ کیا جائے تاکہ عبادی و اخلاقی مزاج قائم رہے۔

5. فقہی طریقِ استدلال میں سنت کا استعمال (اصولِ فقہ کا منظر)

سنت کو اصولِ فقہ میں درج ذیل حوالوں سے استعمال کیا جاتا ہے:

5.1. نصوصِ قرآنی کی توضیح

کئی ایسے قوانین جن کی تفصیل قرآن میں موجود نہیں، سنت ان کی تشریح کرتی ہے؛ مثلاً: وضو، غسل، توقیتِ نماز، عددِ رکعات وغیرہ۔

5.2. مفہومِ اللہیہ اور دلالتی قواعد

کچھ روایات ایسے بھی ہیں جن کی ہدایتِ معنی عمومی ہو اور فقہا انہیں دلیلِ عمومیہ کے طور پر استعمال کریں۔

5.3. تقرِیر کے طریقے (Sunnah Taqririyya)

تقرّیر جب معتبر روایت کے ذریعے ملے تو یہ استدلال میں مقام رکھتی ہے، مگر اس کی قبولیت میں شروط ہیں: راوی کی عدل اور عدت، فعل کا شرعی سیاق میں وقوع، اور مغالطے کا امکان نہ ہونا۔

5.4. احکامی قواعد کی ترویج

سنت سے احکام کے عامِ قواعد اخذ کیے جاتے ہیں جیسے "المشقة تجلب التيسر" (مشقت آسانی لاتی ہے) وغیرہ، جو شرعی مسائل میں اطلاق پاتے ہیں۔

6. سُنَنِ فطریہ (Sunan al-Fitrah) اور اس کی حیثیت

سُنَنِ فطرۃ وہ اعمالِ طبعی ہیں جن میں طہارت و فطری ترتیب شامل ہیں، مثلاً: ختنہ، مونچھ کا تراشنا، ناخن کا کاٹنا، بیت الخلاء کے آداب وغیرہ۔ فقہاء نے انہیں بھی سنت قرار دیا ہے اور ان کا تعلق طہارت اور فطرتِ انسانی سے ہے۔ ان کی ترک سے مذہباً ملامت ہوتی ہے مگر قواعد کے مطابق ان کا ترک گناہِ کبیرہ نہیں سمجھا جاتا بشرطیکہ سبب موجود نہ ہو۔

7. سنت اور بدعت: امتیاز اور حدود

سنت کی تقلید اور بدعت کے مابین فرق فقہی بحث کا اہم محور ہے۔ مختصراً:

7.1. بدعت کی تعریف

بدعت وہ نئی دین سازی ہے جو شریعت میں نہیں اور جس کا کوئی شرعی سبب نہ ہو۔ بدعت کے کئی اقسام ہیں: حسنۃ (بشری/نیک بدعت) کی حیثیت میں بھی بعض اہلِ علم نے غور کیا مگر عمومی قاعدہ ہے کہ جو شریعت میں نہیں وہ دین میں شامل نہ کیا جائے۔

7.2. فرقِ قاعدہ

اگر کوئی عمل قرآن و سنت یا اجماع سے ثابت نہ ہو اور اسے دین کی حیثیت دے دی جائے تو وہ بدعت ہے۔ البتہ بعض فقہی مسائل میں عام قواعد قیاس یا اجتہاد کے ذریعے مسائل پیدا ہوتے ہیں، انہیں بدعت نہیں خاصا جاتا جب تک وہ شرعی ضابطوں کے مطابق ہوں۔

8. سُننِ نبی ﷺ کی طبقاتِ اسناد اور درجۂ قبولیت

سنت کی صحت و قبولیت کے لحاظ سے روایتوں کو درج ذیل طبقات میں رکھا جاتا ہے: متواتر، آحاد (صحیح، حسن، ضعیف)۔ سنتِ متواتر وہ ہے جو ایسی کثرت سے نقل ہو کہ اس کے جعل کا امکان محال ہو — یہ حکمِ شرعی کا مقام رکھتی ہے۔ آحاد (جو واحد یا بعض افراد نے روایت کی) کی قبولی اصولِ حدیث پر منحصر ہے: اگر صحیح الاسناد ہو تو وہ دلیلِ عملی یا تشریعی بن سکتی ہے۔

9. عملی مثالیں اور فقہی نتائج (نمونہ معاملات)

9.1. نماز کے معاملات

قرآن نے نماز کو فرض قرار دیا مگر نماز کے ارکان، رکعات اور طریقۂ ادا کی تفصیل سنتِ فعلیہ سے معلوم ہے۔ لہٰذا نماز میں سنتوں کا مقام بنیادی ہے: امام کی جماعت میں اقتداء، سُنت نماز (راؤتِب)، اذان و اقامت کے بعض الفاظ، امام کے پہلے بیٹھنے کی دعا وغیرہ سب سنت کے زمرے میں آتے ہیں اور عملِ امت میں اہمیت رکھتے ہیں۔

9.2. رمضان اور روزے

روزے کے افطار و سحر کے آداب، تراویح، سحری کی دعا، بیت الخلاء کے آداب وغیرہ کی تفصیل سنت سے معلوم ہوئی ہے۔

9.3. حج و عمرہ

حج کے بنیادی ارکان میں قرآن و سنت دونوں کا عمل دخل ہے؛ سنت نے احرام، طواف، سعی وغیرہ کے تفصیلی آداب بیان کیے۔

10. اتباعِ سنت: عملی ضوابط اور علمی رہنمائی

اتباعِ سنت میں چند ضوابط اہم ہیں:

1. **علمائے ثقات کی نگرانی:** سنت کی قبولیت میں راوی کی عدل و ضابطہ کی جانچ ضروری۔

2. **سیاقِ شریعت:** سنت کا سیاقِ شرعی اور مکانی حالات دیکھے جائیں (کیا یہ عمل مخصوص حالت میں تھا یا عمومیت رکھتا ہے)۔

3. **اجتماعی موقف:** جہاں متواتر روایت موجود ہو تو اتباع لازم؛ آحاد روایت میں شرائطِ صحت اور متابعتِ مفسرین کا دھیان لازم۔

4. **اجتہاد اور جدید مسائل:** جدید زمانے کے مسائل میں سنت کے عمومی اصول (مقاصدِ شریعت، قواعدِ فقہ) کو بنیاد بناتے ہوئے استنباط کریں۔

11. سنت کی اقسامِ مطالعہ: اصولی و فقہی نقطۂ نظر

عالمِ اصولِ فقہ سنت کو درج ذیل زاویوں سے بھی تقسیم کرتا ہے:

- **متواتر و آحاد** (دلیلِ یقینی بالمقابل دلیلِ ظنی)
- **صلحی/تفسیرِ قرآن** (تفسیری حیثیت)
- **سنتِ تقلیدی بمقابلہ اجتہادی** (عملی تقلید یا استنباط میں استعمال)
- **فعلی، تقرّیری، قولی** (جسے اوپر بیان کیا گیا)

12. مقاصدِ شریعت اور سنت کی تفسیر

جدید اصولِ فقہ اور فقہی مکاتبِ فکر نے سنت کی تشریح میں مقاصدِ شریعت (*Maqasid al-Shariah*) کو بھی مرکزی رکھا۔ یعنی سنت کا ہر فعل وقتی نہیں بلکہ عام مقاصد (حفظِ دین، حفظِ نفس، حفظِ نسل، حفظِ عقل، حفظِ مال) کے

پیشِ نظر دیکھا جائے تو اس کی تشریع میں جدید مسائل پر شرح و بسط ممکن ہوتی ہے۔

13. فقہی اختلافات اور عملی امتثال

سنت کی تشریح میں فقہی اختلاف فطری ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام مالک وغیرہ کی تشریحات میں فرق اس لیے ہے کہ روایت کی قبولیت، سیاق، اور قیاس کی حدود مختلف ہیں۔ امت کے لیے سبق: جہاں نص و سنت واضح ہوں، اتباع فرض؛ جہاں اجتہادی امور ہوں تو روایتی مکاتب کی رہنمائی اور مجتہدین کی رائے کا احترام ضروری ہے۔

14. خلاصہ اور عملی رہبری

- سنت نبی ﷺ شرعی اظہارِ عمل ہے؛ یہ قرآن کی تشریح، تفسیر اور عملی نفاذ کا ذریعہ ہے۔

- بنیادی اقسام: قولی، فعلی، تقرّیری؛ اور فقہی لحاظ سے: سُنَنِ مؤکدہ و غیر مؤکدہ۔

- سنت کو قبول کرنے کے شرائط و ضوابط میں اسناد کی صحت، سیاقِ شریعت، اور موافقتِ قرآن شامل ہیں۔

- عام طور پر سنت کا درجہ **مستحب** ہوتا ہے مگر بعض سُنَنِ موکدہ کی ترک میں مذمّت پائی جاتی ہے اور بعض جگہیں (متواتر) میں اس کی حیثیت یقینی و قاطع ہے۔

- بدعت سے امتیاز اور جدید مسائل میں مقاصدِ شریعت کے مطابق سنت کی تفسیر فقہ کا اہم موضوع ہے۔

عملی نصیحت: امتِ مسلمہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ سنت کو علمائے اہلِ علم سے سیکھے، روایت کی صحت و سیاق سمجھے، اور جدید مسائل میں فقہی

اصول (مقاصدِ شریعت، قواعدِ اصولِ فقہ) کی روشنی میں نبی ﷺ کی سنت کا احترام و اطلاق کرے۔

سوال نمبر *4*

استصحاب اور شرائع من قبلنا کی تعریف، اقسام و احکام بیان کریں۔

استصحاب اور شرائعِ من قبلنا اصولِ فقہ کے نہایت اہم مباحث ہیں جن کا تعلق شرعی دلائل، استدلالی طریقوں اور فقہی استنباط سے ہے۔ ذیل میں دونوں موضوعات کی **تعریف، اقسام، احکام، فقہی استدلال میں ان کی حیثیت، مثالیں، ائمہ کے اقوال، اصولیین کا اختلاف، اور فقہی تطبیقات** تفصیل کے ساتھ بیان کیے جا رہے ہیں۔

استصحاب

استصحاب کی تعریف

اصولِ فقہ کی اصطلاح میں **استصحاب** سے مراد ہے:

”کسی معلوم سابقہ حکم یا حالت کو اس وقت تک باقی ماننا جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی دلیل نہ مل جائے۔“

یعنی جب تک کوئی نئی دلیل سابقہ حکم کے منسوخ یا تبدیل ہونے پر دلالت نہ کرے، پرانا حکم اپنی جگہ قائم سمجھا جاتا ہے۔

لغوی معنی

استصحاب کا لفظ ”صَحب“ سے ہے، جس کے معنی ہیں: ”ساتھ رکھنا“ یا ”ہمراہ رکھنا“۔

اصطلاحی مفہوم کی توضیح

- پہلے جو حالت ثابت ہو (مثلاً پاکی، ملکیت، نکاح، اجازت، حلت، حرمت)، وہی برقرار رہے گی۔

- جب تک نیا حکم ثابت نہ ہو، پہلے حکم کے باقی رہنے پر فتویٰ دیا جائے گا۔

استصحاب کی اقسام

اصولیین نے استصحاب کی متعدد اقسام بیان کی ہیں، جن میں سے نمایاں درج ذیل ہیں:

---

1. استصحابِ حال

یعنی کسی چیز کی موجودہ حالت کو اسی طرح برقرار رکھنا۔

مثال

- ایک آدمی نماز کے دوران شک کرے کہ اس کا وضو ٹوٹا ہے یا نہیں، تو **اصل یہ ہے کہ وضو باقی ہے۔**

- اگر کوئی شخص کسی چیز کا مالک ثابت ہو چکا ہو، تو شک ہونے پر بھی **ملکیت برقرار رہے گی۔**

---

2. استصحابِ اصل (الاصل البراءۃ)

یعنی "اصل" کا باقی رہنا جیسے:

- اصل براءت ہے (اصل انسان بریٔ الذمہ ہوتا ہے)
- اصل کسی چیز کی اباحت ہے
- اصل کسی پر ذمہ داری نہ ہونا ہے

مثال

کسی شخص پر قرض ہونے کا دعویٰ صرف دعویٰ سے ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ اصل بری الذمہ ہونا ہے۔

---

3. استصحابِ براءۃ الذمہ

ذمہ میں براءت یعنی ذمہ پر کوئی چیز ثابت نہ ہونا۔

مثال

کسی پر زکوٰۃ کا دعویٰ بغیر ثبوت کے قبول نہیں ہو گا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ اس کے ذمہ کچھ نہیں۔

---

4. استصحابِ حکمِ شرعی

ایسا حکم جو پہلے کسی دلیل سے ثابت ہوچکا ہو، اس کے خلاف نئی دلیل نہیں آئی، تو وہ حکم برقرار رہے گا۔

مثال

کسی عبادت کا حکم جس پر اجماع یا دلیل قائم ہو، جب تک اس کے منسوخ ہونے کی دلیل نہ ملے گا، وہ قائم رہے گا۔

---

5. استصحابِ وصف

کسی شخص کے اندر پائے جانے والے کسی وصف کو ثابت رکھنا۔

مثال

ایک شخص عادل سمجھا جاتا ہے جب تک کوئی دلیل اس کے فاسق ہونے پر قائم نہ ہو۔

استصحاب کے احکام

استصحاب کے احکام و حیثیت کے بارے اصولیین نے درج ذیل اصول بیان کیے:

1. استصحاب شرعی دلیل ہے

جمہور کے نزدیک استصحاب شرعی دلیل ہے جس سے مسائل ثابت کیے جاتے ہیں، خصوصاً:

- شک کی صورت میں
- نہ کوئی نص ہو نہ اجماع
- قیاس بھی کارآمد نہ ہو

تو استصحاب پر عمل کیا جاتا ہے۔

---

2. عبادات اور معاملات دونوں میں کارآمد

استصحاب عبادات (پاکی، نیت، روزہ، نماز) اور معاملات (ملکیت، نکاح، قرض، ذمہ داری) دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

---

3. شک کا اعتبار نہیں، یقین کا اعتبار ہے

استصحاب کا بنیادی قاعدہ:

اليقين لا يزول بالشك

(یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا)

---

4. استصحاب آخری مرحلے کی دلیل ہے

اصولیین کے نزدیک:

- قرآن

- حدیث

- اجماع

- قیاس

کے بعد استصحاب سے دلیل لی جاتی ہے۔

استصحاب کے فقہی فوائد

1. غیر یقینی حالات میں شرعی فیصلہ کرنا

2. عدالتوں میں فیصلہ کرنا

3. عبادات میں اعتدال برقرار رکھنا

4. معاملات (بیع، نکاح، طلاق، قرض) میں فیصلے آسان کرنا

استصحاب کی مثالیں

مثال 1

کسی شخص نے وضو کیا، پھر شک ہوا کہ ٹوٹا یا نہیں؟

حکم: وضو باقی ہے۔

مثال 2

ایک زمین پر کسی کی ملکیت قائم تھی، پھر شک پیدا ہوا کہ ملکیت ختم ہوگئی یا نہیں؟

حکم: ملکیت برقرار ہے۔

مثال 3

کوئی شخص روزے سے ہے لیکن شک ہوا کہ فجر کا وقت ہو چکا یا نہیں؟

حکم: اصل شب کا باقی رہنا ہے۔

ائمہ کی آراء

امام شافعی

استصحاب کو شرعی دلیل مانتے ہیں۔

امام احمد

استصحاب پر کثرت سے عمل کرتے تھے۔

احناف

استصحاب کو دلیل مانتے ہیں مگر قیاس کو استصحاب پر ترجیح دیتے ہیں۔

شرائعِ من قبلنا

تعریف

”شرائعِ من قبلنا“ سے مراد ہے:

پہلے انبیاء و رسلؑ کی شریعتوں کے احکام اور قوانین جو ان کی امتوں پر نافذ تھے۔

شرائعِ من قبلنا کی اقسام

علماء نے شرائعِ سابقہ کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا ہے:

---

1. ایسے احکام جو ہماری شریعت نے ان کی تصدیق کردی

یہ احکام ہمارے لیے بھی قابلِ عمل ہیں۔

مثالیں

- قصاص
- دیت
- روزے
- نکاح کے بنیادی احکام
- حرمتِ زنا

یہ سب سابقہ شریعتوں میں بھی تھے اور شریعتِ محمدی ﷺ نے انہیں برقرار رکھا۔

---

2. ایسے احکام جو ہماری شریعت نے منسوخ کر دیے

یہ احکام پچھلی امتوں کے لیے تھے، مگر ہمارے لیے نہیں۔

مثالیں

- ہفتے کے دن عبادت کی پابندی
- بنی اسرائیل کے بعض جانوروں کی حرمت
- کفّار کے ساتھ جنگ نہ کرنا

اسلام نے ان احکام کو منسوخ کر دیا۔

---

3. ایسے احکام جن کی تصدیق یا تکذیب دونوں نہ آئی ہو

یعنی نہ قرآن نے ان کی تصدیق کی ہو، نہ ردّ کیا ہو۔

حکم:

ان پر نہ عمل لازم ہے نہ انکار، بلکہ **سکوت** اختیار کیا جاتا ہے۔

یہاں حدیث:

"لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم"

(اہلِ کتاب کی باتوں کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب)

---

4. شرائعِ سابقہ اگر ہماری شریعت میں نقل ہو جائیں

اگر قرآن یا حدیث سابقہ شریعت کے حکم کو دوبارہ بیان کر دے تو:

حکم:

وہ حکم **ہماری شریعت کا حکم بن جاتا ہے۔**

مثلاً:

- آدمؑ کے بیٹوں میں قصہ قاتل و مقتول

- بنی اسرائیل پر قصاص

اسلام میں یہ قصے نقل ہوئے اور شریعت میں انہیں اصول کی حیثیت دی گئی۔

شرائعِ من قبلنا کا حکم

فقہائے اسلام کے نزدیک شرائعِ سابقہ کا حکم درج ذیل ہے:

---

1. اگر ہماری شریعت اس کی تصدیق کرے

وہ حکم **ہمارے لیے بھی واجب العمل** ہے۔

---

2. اگر ہماری شریعت اس کی تکذیب کرے

وہ حکم **ہمارے لیے باطل اور منسوخ** ہے۔

---

3. اگر ہماری شریعت خاموش ہو

وہ حکم نہ معتبر ہے نہ مردود۔

صرف تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔

ائمہ کا اختلاف

امام شافعی:

شرائعِ سابقہ اگر قرآن و حدیث میں ذکر ہوں تو ہمارے لیے حجت ہیں۔

احناف:

شرائعِ سابقہ صرف اس وقت حجت ہیں جب شریعتِ محمدی اُن کی توثیق کرے۔

مالکیہ:

بنیادی طور پر شرائعِ سابقہ حجت ہیں، الا یہ کہ اسلام اُنہیں منسوخ کر دے۔

مثالیں

مثال 1: روزے

سابقہ امتوں پر روزے فرض تھے۔

اسلام نے بھی ان کی فرضیت برقرار رکھی۔

مثال 2: ہفتے کا دن

یہ بنی اسرائیل پر عبادت کے لیے مخصوص تھا

اسلام میں اس حکم کو ختم کردیا گیا۔

مثال 3: دیت کا قانون

سابقہ شریعتوں میں بھی دیت تھی

اسلام نے بھی اسے برقرار رکھا۔

نتیجہ

- **استصحاب** شک کی حالت میں سابقہ یقین کو برقرار رکھنے کا اصول ہے اور فقہ کا اہم ماخذ ہے۔

- **شرائعِ من قبلنا** سابقہ انبیاء کی شریعتوں کے احکام ہیں جن میں سے بعض اسلام نے برقرار رکھے، بعض کو منسوخ کیا اور بعض کے متعلق خاموشی اختیار کی۔

یہ دونوں اصول فقہ کی استدلالی بنیادوں، فقہی مسائل کے حل، اور شرعی فیصلوں میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔

سوال نمبر 5

تعاملِ صحابہ کا معنی و مفہوم واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بارے میں فقہا کی آرا اور فقہی احکام کی بنیاد بننے کے لیے اس کی شرائط بیان کریں۔

تعاملِ صحابہ: معنی، مفہوم، فقہا کی آراء اور شرائط (تفصیلی نوٹ)

تعاملِ صحابہ اصولِ فقہ میں ایک نہایت اہم دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے مراد وہ عملی طرزِ عمل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اجتماعی طور پر عمل کیا اور امت کے لیے اسے معیار بنایا۔ چونکہ صحابہؓ قرآن و سنت کے سب سے بڑے محقق، فہمِ دین کے سب سے بلند ترین درجہ رکھنے والے، اور شرعی احکام کے سب سے زیادہ جاننے والے

تھے، اس لیے **ان کا تعامل** اسلام کی تشریح میں بنیادی درجہ رکھتا ہے۔ ذیل میں اس موضوع کی مکمل وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

تعاملِ صحابہ کا معنی و مفہوم

لغوی معنی

"تعامل" کا لفظ "عمل" سے نکلا ہے۔ لغوی طور پر اس کے معنی ہیں:

- مسلسل عمل
- کسی خاص طریقے پر چلتے رہنا
- دائمی رویہ یا عادت

اصطلاحی معنی

اصولی تعریف یہ ہے:

”کسی شرعی مسئلے کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا مستقل اور اجتماعی عملی طرزِ عمل، جسے وہ بغیر اختلاف کے اختیار کریں اور تسلسل سے اس پر قائم رہیں۔“

اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

- صحابہ کا عمل

- اتفاقِ رائے

- اور اس کا تسلسل

شرعی حجت بنتے ہیں۔

تعاملِ صحابہ کی فقہی حیثیت

تعاملِ صحابہ کو اصولِ فقہ میں **ظنی دلیل** شمار کیا جاتا ہے، لیکن اس کی قوت دیگر ظنی دلائل سے زیادہ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ:

1. صحابہ ہی سب سے پہلے قرآن کے مخاطب تھے۔
2. انہوں نے دین براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا۔
3. ان کا فہم، تربیت اور تقویٰ سب سے زیادہ معتبر تھا۔
4. ان کا عمل کتاب و سنت کی اصل روح کا عکاس تھا۔

اسی لیے فقہا تعاملِ صحابہ کو مختلف مسائل میں فیصلہ کن دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

تعاملِ صحابہ کی اہمیت

تعاملِ صحابہ کی اہمیت درج ذیل بنیادوں پر قائم ہے:

1. سنت کی عملی توضیح

صحابہؓ کا عمل سنت کو واضح کرتا ہے، جیسے:

- نماز کے طریقے
- حج کے اعمال
- زکوٰۃ کے مسائل

2. اجماعی طرزِ عمل

اگر تمام صحابہ کسی ایک طریقے پر کاربند ہوں، تو یہ امت کے لیے ایک واضح رہنمائی ہے۔

3. قرآن کی تفسیر

صحابہ قرآن کی آیات کی عملی تشریح کرتے تھے، اور ان کا تعامل آیت کے منشا کو واضح کرتا تھا۔

4. فقہی اصولوں کی بنیاد

بہت سے فقہی اصول صحابہ کے تعامل پر قائم ہوئے، مثلاً:

- بیعِ سلم
- بیعِ مرابحہ
- زکوٰۃ کے نصاب
- حدود کے اطلاق کے اصول

تعاملِ صحابہ کی اقسام

علمائے اصول نے تعاملِ صحابہ کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا ہے:

---

1. تعاملِ قولی *(Verbal Practice)*

وہ مسائل جن میں صحابہ کے اقوال باہم یکساں ہوں۔

مثال

طلاقِ بائن کے مسائل میں صحابہ کے اقوال ایک جیسے تھے۔

---

2. تعاملِ فعلی *(Practical Practice)*

وہ مسائل جن میں صحابہ نے عملی طور پر ایک ہی طرزِ عمل اختیار کیا ہو۔

مثال

نمازِ تراویح کی جماعت کو حضرت عمرؓ کے دور میں تمام صحابہ کا جمع ہوکر باجماعت ادا کرنا۔

---

3. تعاملِ تقریری *(Approved Practice)*

کسی صحابی کے عمل پر باقی صحابہ کا سکوت یا اس کی تائید کرنا۔

مثال

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بالوں کا مکمل منڈوانا اور باقی صحابہ کا اس پر متفق ہونا۔

تعاملِ صحابہ کے بارے میں فقہا کی آراء

فقہا نے تعاملِ صحابہ کو مختلف درجات میں اہمیت دی ہے۔ ذیل میں مکاتبِ فقہ کی آراء دی جاتی ہیں:

1. فقہائے احناف

احناف کے نزدیک تعاملِ صحابہ **بہت مضبوط شرعی دلیل** ہے۔ وہ اسے قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔

دلائل

- صحابہ "افہمِ الناس" تھے۔
- ان کے عمل میں نصوص کی صحیح تعبیر ہوتی ہے۔
- وہ کسی غلط بات پر متحد نہیں ہوسکتے۔

فقہی اثرات

احناف کے بہت سے مسائل بہت مضبوطی سے تعاملِ صحابہ پر قائم ہیں، جیسے:

- مسائلِ وقف

- ایجاب و قبول کا طریقہ

- رہن کے مسائل

---

2. فقہائے مالکیہ

مالکیہ تعامل کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، خصوصاً **عملِ اہلِ مدینہ** کو جو صحابہ کے عصرِ اول کا مجموعی عمل تھا۔

دلائل

- اہلِ مدینہ کے عمل میں صحابہ و تابعین کی واضح پیروی تھی۔

- مدینہ وحی کا اصل مرکز تھا۔

---

3. فقہائے شوافع

شافعیہ کے ہاں تعاملِ صحابہ دلیل تو ہے مگر اجماع کی طرح قطعی نہیں۔

ان کا موقف

- اگر تعامل کے ساتھ نص بھی ہو تو بہت مضبوط حجت ہے۔
- لیکن محض تعامل قیاس کے برابر درجے میں شمار ہوتا ہے۔

---

4. فقہائے حنابلہ

حنابلہ تعامل کو حدیث و اثر کے ساتھ ملا کر معتبر مانتے ہیں۔

حنبلی اصول

- اگر تعامل نص کے خلاف نہ ہو تو اسے مضبوط حجت شمار کیا جاتا ہے۔

تعاملِ صحابہ کے حجت ہونے کی شرائط

تعاملِ صحابہ کسی فقہی حکم کی بنیاد تب بنتا ہے جب اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں۔ فقہائے اصول نے یہ شرائط باقاعدہ اصولی اصولوں کے طور پر بیان کی ہیں۔

---

1. تعامل کا صحابہ کے دور میں ہونا

یہ عمل خود صحابہ سے ثابت ہو، نہ کہ تابعین سے۔

وضاحت

- وہ عمل ”عہدِ نبوی“ کے قریب ہو

- صحابہ کی زندگی میں پائے جانے والے حالات سے متعلق ہو

---

2. تعامل کا عمومی اور اجتماعی ہونا

اکثر یا تمام صحابہ اس پر متفق ہوں۔

مثال

- نمازِ تراویح کا باجماعت پڑھنا

- اذان و اقامت کا طریقہ

---

3. تعامل کا تسلسل

ایک مسلسل مدت تک اس پر عمل ہوتا رہا ہو۔

وضاحت

اگر کوئی عمل صرف وقتی تھا، تو اسے تعامل نہیں کہا جائے گا۔

---

4. تعامل نص کے خلاف نہ ہو

کوئی ایسا تعامل معتبر نہیں جو قرآن یا حدیثِ صحیح کے خلاف ہو۔

یہ شرط تمام فقہا کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

---

5. تعامل اجتہادی نہ ہو

تعامل کی بنیاد غالباً نقل و روایت پر ہو، محض رائے یا اجتہاد پر نہ ہو۔

کیوں؟

کیونکہ:

- صحابہ کے اجتہاد میں اختلاف پایا جا سکتا ہے
- لیکن تعامل کا مقصد ایسا عمل ہے جسے وہ سب دین سمجھتے تھے

---

6. تعامل دین میں اضافے یا نقص کا باعث نہ ہو

تعامل صرف وہی معتبر ہے جو:

- تشریعِ دین کے اصول کے مطابق ہو
- کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہ کرتا ہو

7. تعامل منقول اور ثابت ہو

تعامل کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ وہ صحیح سند کے ساتھ منقول ہو۔

تعاملِ صحابہ کے ثبوت کی مثالیں

مثال 1: جمعہ کے دو خطبے

تمام صحابہؓ کا رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی دو خطبوں پر عمل کرنا۔

مثال 2: اذان میں دو بار شہادتین

تعاملِ صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے۔

مثال 3: بیت المال کا نظم

حضرت عمرؓ کے دور میں بیت المال کے اصولوں پر صحابہ کا مکمل اتفاق۔

تعاملِ صحابہ اور فقہی احکام

تعاملِ صحابہ سے درج ذیل فقہی احکام اخذ کیے جاتے ہیں:

1. اجماعی عمل کی حیثیت

اگر تعامل متفقہ ہو تو یہ اجماع کے درجہ کے قریب ہو جاتا ہے۔

2. سنت کی عملی تشریح

بابِ عبادات میں تعامل بہت بڑی دلیل ہے۔

3. قیاس پر ترجیح

احناف اور مالکیہ کے نزدیک تعامل قیاس سے زیادہ قوی ہے۔

4. قانونی و عدالتی فیصلے

عدالتوں میں بھی تعامل کی مثالیں بطور دلیل پیش ہوتی ہیں۔

جامع نتیجہ

- **تعاملِ صحابہ** قرآن و سنت کی عملی تشریح ہے۔

- یہ شرعی دلیل کے طور پر معتبر ہے، خصوصاً احناف اور مالکیہ کے نزدیک۔

- اس کے معتبر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں **اجتماع**، **تسلسل**، **نص کے عدمِ مخالفت**، **اور صحیح ثبوت** جیسی شرائط پائی جائیں۔

- تعاملِ صحابہ بہت سے فقہی احکام اور اصولوں کی بنیاد بنتا ہے اور امت کے لیے بہترین عملی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔